ڈاکٹر محمد افضال بٹ
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو،
الخیر یونیورسٹی بھمبر (اے، جے، کے)

پاکستانی زبانوں کا مطالعہ

Language is the most beautiful and best medium of expression. The national language of any country is not only its identity but also the guarantee of unity and development. Language is also the basis of society and culture of that country. The development of any nation and country depends on the national language of that nation.

دنیا میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں: بہت سی زبانیں ایسی ہیں جن کا ہمیں علم ہی نہیں۔ نہ جانے کتنی زبانیں قصیر گم نامی میں کھو چکی ہیں۔ جب زبان اس کے مضمرات کے مسائل اور مباحث چھڑتے ہیں تو کوئی مخصوص زبان مراد نہیں لی جاتی نہ ہی کسی عالمی یا آفاقی زبان کا تصور ذہن میں ہوتا ہے۔

لغوی لحاظ سے لفظ ''زبان'' کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

۱۔ وہ عضو یا گوشت کا لوتھڑا جو منہ کے جوف میں ہے اور جس کے ذریعے بولنے کا عمل سرانجام دیا جاتا ہے۔

۲۔ وہ بول جو عضو مذکور کے اس مخصوص عمل کا نتیجہ ہوتا ہے جس سے آواز پیدا ہوتی ہے خواہ وہ ایک آواز ہو یا کئی آوازوں کا مجموعہ ہو۔ ان آوازوں کے دو سبب ہوتے ہیں۔ بولنے والے کا اپنا کوئی تقاضا یا کسی خارجی تقاضے کا ردّعمل اس لحاظ سے زبان میں مہمل اور بامعنی دونوں تسمول کی آوازیں شامل ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر اشرف کمال بیان کرتے ہیں:

> ''وہ زبان خلا میں پیدا نہیں ہوتی۔ زبان (عضو) کی کوکھ سے جنم لیتی کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔
> زبان کا جنم لینا کیا ہے؟ حالات اور ظروف کے مطابق بدل بدلا کر اس کا نیا روپ اختیار کرنا۔
> زبان برابر ادلتی بدلتی اور حالات کے مطابق نت نئے روپ اختیار کرتی رہتی ہے۔ جب تک
> زبان کا بولنے والوں سے تعلق ہے یعنی زبان زبانوں پر ہے۔ شکست و ریخت اور ٹوٹ پھوٹ
> کا سلسلہ اس میں برار جاری رہے گا۔،،(۱)

اصطلاح میں زبان سے مراد وہ ذریعہ ہے جس کے مطابق انسان اپنے ذات اور ماحول کے تقاضے کے مطابق اظہار کرتا ہے۔ خواہ یہ اظہار واخذ کا عمل خاموشی سے علامات کی صورت میں لکھ کر کیا جائے یا آواز سے کلمات کی صورت میں بول کر کیا جائے۔ یہ اظہار اس وقت تک کامیاب نہیں ہوتا جب تک جب تک لکھنے یا بولنے کی علامات اور الفاظ بامعنی نہ ہوں۔ اس طرح زبان وہ بامعنی آوازیں یا علامتیں ہیں جن کی وساطت سے انسان بصورت تقریر یا بصورت تحریر اپنے خیالات

ک اظہار کرتا اور دوسروں سے بذریعہ سماع یا مطالعہ معلومات اخذ کرتا ہے۔اس لئے زبان کو تبادلہ خیالات اور ااظہارخودی کا آلہ کیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے تمام حروف اور تمام الفاظ یا

تمام الفاظ کا مجموعہ جو تقریر یا تحریر میں استعمال ہوتے ہیں۔زبان کے دائرے میں داخل ہیں اور زبان کے عناصر سمجھے جاتے ہیں۔

نصیر احمد خان زبان کے بارے میں اس طرح رقطراز ہیں:

''زبان کا اصل کام کیا ہے۔۔۔زبان انان کے خیالات کی ترسیل کا سب سے زیادہ مستعمل اور ترقی یافتہ ذریعہ ہے۔اس بیان کے مضمرات بہت دلچسپ ہیں۔ترسیل کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کی معلومات کو دوسروں تک پہنچانا یا کسی مقصد کے تحت مرسل الہیہ کو پیغام دینا۔زبان میں مبرا ابلاغ اور مرسل الہیہ دونوں انسان ہوتے ہیں اور جو پیغام دیا جاتا ہے وہ یا تو ہوا کی لہروں کے ذریعے بول کر یا کاغذ وغیرہ پر تحریر کے ذریعے دوسروں تک پہنچایا جاتا ہے۔'' (۲)

قدیم نظریئے کے مطابق زبان ایک ایسا محدود نظام ہے جو حروف ،الفاظ،مرکبات اور تحریری علامات کے مختلف بامعنی عناصر پر مشتمل ہے۔زبان علامات اور کلمات کا ایک منطقی نظام ہے۔

جدید نظریئے کے مطابق زبان انسانی نشونما کردار یا طرزِ عمل کا یک بڑا حصہ ہے جس کے ذریعے انسانی شخصیت زندگی کے مختلف اور مسلسل تقاضوں ،مسئلوں اور حالتوں سے نباہ کرتی ہے۔یہ ارتقائی نظریہ کہلاتا ہے۔اس نظریے کے مطابق زبان علامات وکلمات کے منطقی نظام سے بالا تر چیز ہے۔یہ ایک ایسا آلہ ہے جو انسانی زندگی میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔اس کے ذریعے انسان اپنے مسلسل بدلتے ہوئے ماحول اور اور واقعات میں سلوک کرتا،مختلف تقاضوں کے مطابق اظہار و اخذ کرتا اور نشو ونمائی مدراج طے کرتا ہے۔

شان الحق حقی اس بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

''انسان کے تخیل نے زبان کی کوتاہیوں کے باوجود اسی ناقص وسیلے سے کام لے کر بہت جو لانسیاں دکھائیں اور ایک عظیم سرمایہ ادب پیدا کر دیا۔حتٰی کہ انسانی علم نے بھی اسی مخدوش، کڈھب اور نامبر ذریعہ اظہار سے کام لیا۔اگر ہندسہ ایجاد نہ ہوا ہوتا تو شاید زبان ،فلسفے اور سائنس کا اتنا ساتھ نہ دے سکتی۔یہ ساری ترقی زبان کی اندرونی خامیوں کے باوجود عمل میں آئی۔حیرت ہے کہ زبان جو انسان کا سب سے کثیر الاستعمالآل تھا جس کو زیادہ سے زیادہ با ضابطہ محکم ،صحیح اور بے عیب بنانے کی ضرورت تھی ایسا نہ بن سکا۔''(۳)

زبان ایک ایسا لازمہ حیات ہے جس سے ترقی وسمت پذیر ماحول میں زنسانی ذہنیت کی تعمیر وتشکیل ہوتی ہے اور

حقیقت یہ ہے کہ زبان اور ذہنیت کی نوعیت متوازی ہوتی ہے۔زبان ناقص تو ذہن بھی ناقص،زبان استوار اور ذہن بھی استوار۔لہٰذا انسان کے لیے زبان اور اس کی نشوٗنما سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔زبان انسان کا امتیازی وصف ہے جس کی بنا پر وہ جمادات، نباتات اور حیوانات میں اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے۔انسان کو''حیوان ناطق'' کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں''بولنے والا جانور''۔انسان کی زبان دوسرے جانوروں کی زبان سے ممنوی،خیالی،عقلی،تخلیقی اور لفظی محاسن کی بناء پر ہر طرح فوقیت رکھتی ہے۔یہی اس کا شرف اور امتیاز ہے۔زبان انسان کی امتیازی وصف ہے۔

اشرف کمال بیان کرتے ہیں:

> ''لفظ کس طرح ایک زبان سے چلتا ہے اور وقت کے بہاؤ کے ساتھ تہذیبی عوامل،تمدنی محرکات اور لسانی تشکیلات کے ذریعے معنی، تلفظ اور املا کی نئی نئی صورتیں اختیار کرتا جاتا ہے۔اس کا مطالعہ بے حد دلچسپ ہے لفظ کی تبدیلی سے وابستہ متنوع لسانی اثرات کی سراغ رسانی خاصی پر لطف ہے۔لفظ عوامی بول چال کا حصہ ہوتے ہیں۔مگر بالعموم انہیں استعمال کرنے والے ان کے طویل لسانی سفر کا اندازہ نہیں کر پاتے۔'' (۴)

زبان تحفہ ہائے ربانی میں ایک اہم تحفہ ہے۔خدا نے زبان پیدا کی اور انسان کو زبان سکھائی۔زبان کے داخلی اور خارجی امور نے انسان کے ماضی الضمیر کو بیان کیا یہی وجہ ہے کہ آریہ لوگ ویدک بھاشا کو زبان الہیٰ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔بدھ مذہب کے لوگ پالی زبان کو قدیم ترین اور دیگر زبانوں کو منبع قرار دیتے ہیں۔اہل زبان عربی کی فوقیت کو تسلیم کرتے ہیں۔کیونکہ قرآن مجید اسی زبان میں نازل ہوا۔زبان کے ساتھ آدب کا تعلق بہت گہرا ہے کوئی بھی زبان کسی ادب پارے میں بیان ہو کر اہمیت حاصل کرتی ہے۔

اس بارے میں محمد ساجد لکھتے ہیں۔

> انسانی معاشرے میں ادب کی اہمیت نو نہال کے لئے پانی کی مانند ہے۔قبیلہ بنی نوع انسان کے بہترین اذہان ادب تخلیق کرتے ہیں اور ادب کی ترویج و اشاعت کی واحد بسیاکھی زبان ہی ہے۔حتٰی کے بہترین ادب کی تخلیق کے لئے بعض اوقات تسلیم کی شرط بھی غیر مئوثر ہو جاتی ہے۔اس آسمان نے کتنے ہی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو مکتب و مدرسہ کے راستہ سے نابلد مگر انسانیت کے لئے راستہ نما بن کر ابھرے۔لیکن زبان کی غیر موجودگی میں ادب کی تخلیق قطعاً ناممکن ہے حتٰی کہ ایک عام انسان کی قابلیت بھی اس کی زبان دانی میں پوشیدہ ہے۔''

مملکت خداداد پاکستان میں بھی متعدد زبانین بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں میں کئی قدریں مشترک ہیں۔مگر ہم لسانی اور ثقافتی رشتے کے حوالے سے ان پر بات کریں گے۔پاکستانی زبانوں کی باہمی تعلق اور لسانی رشتے کی جڑیں تلاش کرنے

سے پیشتر ضروری ہے کہ لسانیات کی تعریف جانیں۔لسانیات میں زبان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے ۔زبان ایک ایسے خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کے نظام کو کہتے ہیں۔جو کوئی انسان اپنے سماج میں اظہار خیال کے لیے استعمال کرتا ہے۔لسانیات میں زبان ایک خاص مسخر میں استعمال ہوتی ہے۔زبان اصوات کے مجموعے اور حسن ترتیب کا نام ہے۔زبان ایک دوسرے پر اثر انداز ہونا بھی عین فطرت ہے۔ایک زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات ہونا نا گزیز ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر رقمطراز ہیں:

''جہاں تک زبان کی شروعات کے مسئلے کا تعلق ہے تو اس نے ہر عہد کے انسانی ذہن کو عجیب طور پر مسحور کئے رکھا۔ ذہانت کے اولین ظہور کے ساتھ ہی انسان نے اس پر غور شروع کر دیا۔متمدد اسا طہری حکامیات کے ذریعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو انسان نے خود سے نطق حاصل کیا ورنہ کسی ربانی مرشد کی مدد تو یقیناً شامل حال تھی۔''(۶)

اردو کی خمیر مں ترکی، پنجابی،سندھی،پشتو، بلوچی،سرائیکی اور ہندی کے اثرات شامل ہیں ان زبانوں پر عربی ،فارسی اثرات سے انکسار نہیں کیا جا سکتا۔اردو نے انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کی لفظیات سے استفادہ کیا ہوا ہے۔تاہم اس کی صوتیات اور خوبیاں اپنی ہیں۔کچھ الفاظ و تراکیب کو اپنے دامن میں جگہ دینے سے اردو کی اپنی شناخت مجروح نہیں ہوتی۔یہ اپنے حروف تہجی جملوں کی ساخت،واحد جمع کے قاعدے اور تذکیر و تانیت کے اصول تک اپنا منفرد مقام رکھتی ہے۔ چنانچہ اس زبان کو کسی خاص تناظر میں دیکھنا انتہائی نامناسب اور غیر ضروری ہے۔ اس کے الفاظ کے تلفظ اور استعمال کی صحت کے ضمن اردو لغت سے مستفاد ہونا ہی مناسب ہے۔

ڈاکٹر فرحان فتح پوری اس بارے میں لکھتے ہیں:

''اردو اس وقت دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق عام طور پر سمجھی اور بولی جانے والی زبانون میں چینی اور انگریزی کے بعد دنیا کی یہ تیسری زبان ہے۔اس کے بولنے اور سمجھنے والے دنیا کے ہر علاقے اور ہر ملک میں موجود ہیں اور اس کے حلقہ اثر کو دیکھتے ہوئے اسے انگریزی کے بعد دنیا کی دوسری بڑی زبان کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔'' (۷)

جب ایک فرد اپنے محسوسات اور قلبی کیفیات کے تفہیم کے لئے کسی زبان کا سہارا لیتا ہے تو اس کی اکائی اس مخصوص جماعت کا ایک حصہ ہوتی ہے جس میں وہ زبان بولی ،سنی اور سمجھی جاتی ہے۔جب ایک فرد ایک سے زیادہ زبانیں بولتا ور سمجھتا ہے تو اس کی شخصیت میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی فردیت میں ان گروہوں کا ثقافتی عمل بھی شامل ہو جاتا ہے۔جس میں وہ بالیا بولی جاتی ہیں۔مختلف گروہوں کے ارتباط اور ثقافتی عمل پر اپنے اثرات مرتسم کرتی ہیں۔اردو زبان اپنے صوتیاتی نظام اور ذخیرہ الفاظ کے با وصف ایک بین الاقوامی زبان قرار پاتی ہے۔اس میں مختلف زبانوں اور مختلف بولیوں کے الفاظ شامل

ہیں جو زبان کی کشادگی اور وسعت کے لیے بہت ضروری بھی ہوتا ہے۔مختلف زبانوں کے الفاظ اور اخرات کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اردو کی اپنی کوئی شناخت نہیں ہے۔اردو زبان عربی اور فارسی جیسی بڑی زبانوں کی صف میں کھڑی ہے ذخیرہ الفاظ میں تنوع سے زبان کی اپنی اور مقامی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔

ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

''زبان کی دو بنیادی اور اہم خصوسیات ہیں ایجاد اور روایت۔ایک طرف تو زبان میں نت نئے الفاظ بنتے رہتے ہیں اور اس کے ذخیرے مین روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے یعنی ایجادجاری رہتی ہے۔دوسری طرف انسان اپنے اثاچے کی سختی سے حفاظت بھی کرتی رہتی ہے یعنی روایت کی پابندی ہے بولنے والے کوکسی غلط لفظ ایجاد کرنے یا غلط بولنےنہیں دیتے اور جو اتفاق سے کسی نہ کوئی لفط غلط بول بھی دیا یا غلط گڑ بھی لیا تو سماج نے اس غلط تلفظ یا غلط گھڑت کوفوراً مسترد کر دیا آگے چلنے ہی نہیں دیا۔''(۸)

اردو زبان اور دوسری علاقائی زبانوں کے باہمی اثرات کا نفوذ ایک دوسرے پر بہت گہرا ہے۔ اردو، پنجابی،سندھی،بلوچی اور دیگر زبانیں ایک دوسرے پر اثرانداز ہوئی ہیں۔اردو زبان پر دیگر زبانوں کے اثرات نمایا ں ہیں۔قومی زبا اردو اور پاکستان کی علاقائی زبانوں کی شریانوں میں ایک ہی خون دوڑ رع ہے۔ان کا رنگ ونسل اور زمین آسمان ایک ہی ہے۔دور حاضر میں کھڑے ہوکر اگر ماضی بسید پرنظر ڈالیں تو یہ رشتہ واضح دکھائی دے گا۔علاقائی زبانیں ایک دوسرے کی حریف نہیں حلیف ہیں۔رقیب نہیں رفیق ہیں۔لیکن علاقائی زبانوں اورقومی زبان کا ماں بیٹی کا رشتہ نہیں کیونکہ اردو نے کسی علاقائی زبان کی کھ سے جنم نہیں لیا اور نہ ہی کسی علاقائی زبان نے اردو کےبطن سے جنم لیا ہے۔لسانی اور تاریخی حوالے سے بھی ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔لیکن زبان کبھی زبان سے جنم نہیں لیتی بلکہ انسان کا مدنی اسطبع ہونے اور اس کی معاشرتی و علاقائی ضرورتوں کے سبب زبان یا زبانیں وجود پاتی ہیں۔

اردو زبان پرعربی اور فارسی کے اثرات ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ مقامی اور عالقائی اثرات بھی اس پر نمایاں ہیں۔

سہیل بخاری لکھتے ہیں:

'تمام علاقائی زبانوں کی طرح اردو زبان کی بنیادی آوازوں میں بھی بعض اوقات تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں جس کے تین بڑے وجوہات ہیں ان میں سب سے پہلی اور سب سے بڑی وجہ صمنی کی وسعت اور کثرت ہے چونکہ زبان کا مقصد ابلاغ مطالب ہے اور انسانی کثیر المطالب ہوتی ہے۔اس لیے زندگی کے مقصد برآری اورضروریات کی تکمیل کی خاطر زبان کا بھی وسیع المعنی ہونا ضروری ہے۔''(۹)

اردو اور ہماری دیگر قومی زبانیں زندہ زبانیں ہیں اور ہر زندہ زبان میں یہ خصوصیات ہوتی ہے کہ وہ دوسری زبانوں کے لفظ،الفاظ و تراکیب اپنی اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ہمارے کچھ نام نہاد دانشور لسانی اور نسلی اختلاف کو ہوا دے کر اپنا ووٹ بنک بڑھانا چاہتے ہیں۔جھوٹی نمود اور سستی شہرت کے حصول کے لئے وہ عوام الناس کے اذہان پر اگندہ کر دیئے ہیں۔

> ''دنیا میں کہیں بھی لسانی یا نسلی اختلافات کو اتنا نہیں اچھالا جاتا جتنا کہ پاکستان میں۔باہر کچھ ضرورت مند اپنی غرض کے تحت ڈگڈی بجاتے ہیں اور پاکستان کے مختلف گروہ ان کی مرضی کے مطابق ناچتے ہیں اور ہر چیز کو سچ مانتے ہیں جو ڈگڈگی بجیا کہہ رہے ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو باوجود ظاہری اختلافات پاکستانی زبانوں کی بیشتر اقداد مشترک ہیں چونکہ قریب قریب ایک ہی جیسے ماحول پر پروان چڑھی ہیں اور یکساں عوامل سے متاثر ہیں اس لیے ان میں بڑی حد تک لغوی اشتراک موجود ہیں۔''(۱۰)

پاکستان کی علاقائی زبانوں نے ایکہی قسم کے ماحول مین جنم لیاہ ے اور ایک ہی قسم کی فضا میں نمو پائی ہے۔ان میں جو مشابہت اور مماثلث نظر آتی ہے وہ اس کے خاص رشتے کے سبب ہے جو دین و مذہب کی دین ہے۔پاکستان کی علاقائی اور قومی زبانوں سے کچھ الفاظ لسانیاتی اشتراک کی سطح کے ہیں۔اردو کے اسلوب اور لب و لہجہ میں بنیادی تبدیلی آچکی ہے۔دلی اور لکھنو کی اردو کلاسیک کتابوں میں تو موجود آچکی ہے مگر روز مرہ کی بول چال سے بہت مختلف ہے۔

اہل زبان اس تبدیلی پر خوش نہیں ہیں۔زبان اور اس کے لہجے میں تغیر زبانہ سے تغیر روفا ہوتا ہے عوام الناس اسے قبولیت کا شرف بخشتی ہے۔

پاکستان کے کچھ شاعرادیب قومی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے بڑا احسن کام کر رہے کہ انہوں نے علاقائی زبانوں کی کلاسیکی شاعری کو دوسری علاقائی زبانوں میں ترجمہ کر کے پیش کیا ہے۔یہ امر اعلیٰ انسانی قدر بھی ہے اور بین الصوبائی محبت کا غاز بھی۔اب بلھے شاہ صرف پنجابی زبان کے صوفی شاعر نہیں ہیں جب ایک گلوکار شاہ عبداللطیف کی عرس پر بلھے شاہ کا فی جھوم جھوم کر گاتی ہے تو سندھ کے باسی عقیدت کے جذبات سے محلو ہو کر رقصو درویش کی سی کیفیت پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔یہی کیفیت پنجاب میں حضرت سچل سرمست رحمان بابا اور طوق علی مست توکلی کے کلام سے پیدا ہوتی ہے۔

خوشحال خاں خٹک،شاہ حسین اور شاہ لطیف کا پیغام بلوچوں پر ایسے ہی اثر انداز ہوتا ہے۔اردو کے ادیب اور کسی ایک علاقائی زبان کے بولنے والے جب کسی دوسرے علاقائی زبان کی تفہیم میں دقت محسوس کرتے ہیں تو اس زبان کے تراجم انہیں نظر نواز ہو کر عقیدت و محبت کی روحانی خوراک بہم پہنچاتے ہیں۔

پاکستان کی جملہ علاقائی زبانیں آپس میں گہری جڑت اور سانجھ رکھتی ہیں۔پشتو،سرائیکی،سندھ،بلوچی میں مختلف

اعناف ہونے کے باوجود موضوعات اور نفس مضمون کی باطنی ہر ایک ہی ہے جو ان زبانوں کے جسم میں سرخ سیال کی مانند در رہی ہے۔

''ادب اس معنوی دست اور بلند قاضی سے قطع نظر اس وقت دنیا میں جتنے اسالیب اظہار کارفرما ہیں ان میں ادب واحد اسلوب اظہار ہے جس میں لطیف سے لطیف اور کثیف سے کثیف واقعات و خیالات اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل حیات کی پاکیزہ دل نشین ترجمانی کی جاسکتی ہے۔ ہزاروں باتیں جو ہنوز نائفتہ ہیں یا جو محض فسادِ خلق کے خوف سے اظہار میں نہیں آسکتی۔ ادب کی معرفت بہت آسانی سے کہی جاسکتی۔''(۱۱)

اردو ادب پر برصغیر کے تہذیبی اثرات بہت زیادہ ہیں۔ ان اثرات کا کھوج لگانے سے پہلے ضروری ہے کہ ہمیں علم ہو کہ تہذیب کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟ اور اس کے مطالعہ میں کس عناصر پر توجہ ضروری ہے۔ تہذیب نام ہے اقدار کے ہم آہنگ شعور کا جو ایک اجتماعی ارادت میں ایک معروضی شکل دیتی ہے۔ گویا ثقافت یا کلچر کسی گروہ قبیلے یا قوم کی زندگی کی مجموعی حالت کا نام ہے۔ اس میں مذہب، رہن سہن، نشست و برخاست کے آداب کے علاوہ فنون اور زبان و ادب بھی شامل ہیں۔

ثقافت کا ایک اہم جزو زبان ہے۔ انسان اپنے ماضی الضمیر کا اظہار زبان کے ذریعے کرتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان اپنے جذبات سے دوسروں کو آگاہ کرسکتا ہے اور دوسروں کے خیالات بھی زبان کے ذریعے اس تک پہنچتے ہیں۔ سماجی اور معاشرتی زندگی میں زبان بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں علم لسانیات سے بہت مدد لی گئی ہے اور تہذیب معاشرت کے متعدد مسائل حل کئے جا چکے ہیں اور بہت سے مسائل حل کئے جا رہے ہیں۔

''دنیا کے بیشتر ممالک اس لحاظ سے یک زبان ہیں کہ صرف ایک زبان بولی جاتی ہے ایسی زبان جس کی تشکیل و ارتقاء کے بارے میں ٹھوس معلومات ملتی ہیں اور جس کی لسانی تاریخ میں اشکال نہیں لیکن برصغیر میں ایسا نہیں۔ یہاں زبانوں اور بولیوں کا جو تنوع ملتا ہے۔ اس کا اظہار محض لسانی تنوع جیسے الفاظ سے بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں تو زبانوں کے دریا اور بولیوں کے سنہری نالے ملتے ہیں۔''(۱۲)

پاکستان کے چاروں صوبوں کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولی اور سماجی سمجھی اور لکھی جاتی ہیں۔ بلوچستان کے ایک حصے پر بلوچی زبانوں کے علاوہ پشتو بھی بولی جاتی ہے۔ پنجاب میں پنجابی اور سندھ میں سندھی اپنے مختلف لہجوں کے ساتھ مروج ہے۔ اردو چونکہ قومی زبان ہے اس لیے پاکستان کی غالب ترین آبادی میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ پاکستانی تہذیب

مختلف زبانوں اور علاقائی ثقافتوں سے عبارت ہے۔اس کے گونا گو رنگ اور منفرد آہنگ ہم مقامی رنگوں سے عبارت ہے۔کسی زمانے میں قومیت پرستی نظریہ نسل یا زبان کے اختاف پر قائم کیا جاتا تھا۔عہد حاضر میں قومیت کی حدیں جغرافیائی بنیادوں سے بھی بڑھ کر نظریات پر استوار کی جاتی ہیں۔پاکستان ایک نظریاتی ریاست کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

معاشرتی زندگی اور گروہی تنظیم کے لیے مذہب کی اہمیت سے کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی نشوونما کے لیے دین و مذہب کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔مذہب کا اثر پوری انسانی زندگی پر بھی پڑتا ہے۔مذہب قدیم زمانے سے آج تک کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے اور انسانوں کو یک جہتی کی تعلیم دیتا ہے اور باہمی یگانگت کو انسان کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسان ہمیشہ ایسے لوگوں سے مل کر معاشرتی زندگی کی تنظیم کی بنیاد رکھتا ہے جو ایک عقیدہ کے پیروکار ہوں مذہب کی قدر مشترک آئندہ زندگی میں نظم وضبط برقرار رکھتی ہے۔

پاکستانی ثقافت کی سب سے بڑی خوبی اس کا اسلامی رنگ ہے چونکہ یہاں پر آبادی کی غالب اکثریت مذہب اسلام کی پیروکار ہے۔اس لئے مذہب ہی ایک مضبوط کڑی ہے۔جس نے سب کو بھائی چارے اور محبت اور دوستی کے لازوال رشتوں میں پرورکھا ہے۔اسلام تفاخر منصبی،نسلی تفاخر،ذات پات کی تقسیم اور علاقائی تصب سے گریز کی تاکید کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں سے آزادانہ میل جول کے ساتھ ساتھ تو رشتے داریاں بھی کر سکتے ہیں۔

پاکستان ایک وسیع وعریض علاقہ ہے جو اپنی انتظامی ضروریات اور سیاسی حالات کے تحت مختلف خطوں اور صوبوں میں منقسم ہے ان مختلف نسلوں اور قبیلوں کے لوگ آباد ہیں اور وہ اپنی اپنی الگ الگ بولیاں بھی رکھتے ہیں مثلاً مندھی،پشتو،پنجابی،بلوچی،سرائیکی اور کشمیری وغیرہ۔یہ زبانیں اپنا حلقہ اثر رکھتی ہیں اور اپنا علمی اور ادبی سرمایہ رکھنے کے باوجود اپنے مخصوص علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو پاکستان قوم کی نمائندگی کا حق ادا کر سکے۔کیونکہ وہ اپنے اپنے حلقوں بولی اور سمجھی جاتی ہیں اور خطے سے باہر اجنبی ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک خطے کے لوگ دوسرے خطے کے لوگوں کے لیے اس وقت تک اجنبی رہتے ہیں جب تک تبادلہ خیال اور باہم ربط وضبط بڑھانے کے لیے کوئی مشترک زبان موجود نہ ہو۔

> ''ادب چونکہ زندگی کی تعبیر وتنقید از سرنو تشکیل وتخلیق کا دوسرا نام ہے اس لئے یہاں بھی اختلاف رائے کو ناگزیر خیال کرنا چاہیئے۔بلکہ ادب میں اس کی گنجائش اور اہمیت دوسرے علوم وفنون کے مقابلے میں کچھ اور بڑھ جاتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ ادب کی ابان اور اس کے اثرات کی نوعیت دوسرے علوم وفنون کی زبان اور اثرات کی نوعیت سے مختلف ہوتی ہے۔ادب میں سائنسی اور معاشرتی علوم کی طرح وضاحت،منطقی استدلال،حقیقت پسندی اور قطعیت کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ یہاں برہنہ

حرف نہ گفتن کو کمال گویائی اور اجمال کو تفصیل کا حاصل خیال کیا جاتا ہے۔"(۱۳)

زبان ابلاگ کا سب سے بڑا موثر ذریعہ ہے لہٰذا اس کی پرورش میں صحت مند روایتوں کی پرورش کا خاص خیال رکھنے سے معاشرت میں تہذیب وتمدن بڑھتا ہے۔زبان میں تبدیلی ایک قدرتی عمل ہے وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ نئے نئے سماجی و سیاسی مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ان کا حل بھی سوچا جاتا ہے۔اس طرح نئے محاورے نئے الفاظ جنم لیتے ہیں یوں کلچر کی نئی جہات کا تعین بھی ہوتا ہے۔

ترقی یافتہ اقوام کی زبانیں بھی اسی طرح ترقی کرتی ہیں اور اپنے اندر وقت کے نئے تقاضوں کے بیان کی صلاحیت رکھتی ہیں۔قومی شیرازہ بندی اور قومی کردار کی تشکیم کے لئے ضروری ہے کہ اس قوم کے افراد میں ذہنی یگانگی اور ہم خیال پیدا کرنے کے لئے کوئی ایسی زبان موجود ہو جو علاقائی حدود کو توڑ کر ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بولی اور سمجھی جاتی ہو۔پاکستان کی علاقائی اور مادری زبانیں اپنے اپنے حلقہ اثر میں بہت موثر ہیں لیکن یہ قومی ذمہ داریاں نبھانے کی اہل نہیں کیونکہ مقامی بولی صرف ایک مقام کی ہے۔قومی زبان ساری قوم کی ہے۔

اس بارے میں رشید امجد لکھتے ہیں:۔

> "پاکستانی اردو کا اپنا ایک مزاج اور لہجہ وجود میں آچکا ہے۔یہ مزاج ذخیرہ الفاظ،تلفظ،لہجے اور زبان کی نئی تہذیبی روایت کی وجہ سے بھارتی اردو کزاج اور لہجے سے قطعی مختلف ہے۔ہماری اردو نے پنجابی،سندھی،بلوچی اور پشتو سے جو اثرات قبول کیے ہیں انہوں نے ایک نئے لہجے کو جنم دیا ہے جو خالصًا پاکستانی لہجہ ہے چنانچہ اس زبان میں لکھا جانے والا ادب لسانی حوالوں سے الگ پہچان رکھتا ہے"(۱۴)

اردو،بلوچی،سندھی،پنجابی،پشتو،سرائیکی وغیرہ سب ایک ہی قسم کی تہذیبی زندگی،ایک ہی قسم کی معاشرت اور ایک ہی قسم کی آب و ہوا کی زائیدہ اور ربروردہ ہیں۔جب یہ بات طے پا جاتی ہے کہ اردو اور دیگر علاقائی زبانوں کی جنم بھومی ایک ہی ہے تو علاقائی زبانوں کے لوگ بھی اردو کے لیے دامن دل وا کر لیتے ہیں ویسے بھی ان سب زبانوں کے روحوں پر اسلامی تہذیب اور صوفیائے کرام کے احساس کا سایہ ہے۔ان کے سرمایہ علم و ادب اور مزاج و اسلوب میں بھی ایسی قدریں مشترک ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہیں۔پاکستانی کی علاقائی بانوں پر جمہوری قدروں نے اپنے اثرات مر قسم کیے ہیں یوں اردو زبان زبان و ادب پر علاقائی زبانوں کے اثرات پوری طرح نمایاں ہو رہے ہیں اس کے اسلوب و انداز اور لب و لہجہ میں قدرے تغیر آچکا ہے۔یہ تغیر خاص گرہ یا طبقے کو گوارہ ہے یا ناگوار ہے عوام کی حاکمیت کو اس سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی اس کی پرواہ کرتی ہے۔

زبان کے حوالے سے پاکستانی معاشرے کو ترقی پذیر معاشرہ کہا جاتا ہے۔کیونکہ اس کی علاقائی زبانوں پر دوسری

زبانوں کا بہت اثر پڑا ہے اور پڑ رہا ہے۔عربی فارسی کی لفظیات کا آنا تو ہماری مذہبی اور ادبی روایت کا حصہ ہے اسی طرح ردو الفاظ ومحاورے اورضرب المثال بھی پنجابی،سندھی،بلوچی اور پشتو پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

نئی سائنس انکشافات اور جدید انکشافات کی وجہ سے ٹیکنیکل الفاظ سبرعت تمام علاقائی زبانوں میں دخول پا رہے ہیں۔کمپیوٹر کے سبب تعلیمی معیار اور بہتر ہوا ہے مگر ہماری معاشرتی اور تعلیمی زندگی میں انگریزی اثرات زیادہ ہو گئے ہیں۔اگرچہ پاکستان کے قیام کے بعد چاروں صوبوں سے لاکھوں لوگ حصول روزگار اور حصول تعلیم کے لئے یورپی ممالک گئے لیکن نیٹ کے تعلیمی اور علمی عوامل نے زبانوں پر انگریزی اثرات مرتسم ہوئے ہیں۔پاکستان میں اردو کے ساتھ انگریزی بھی میڈیم ہے اس لئے ہماری روزمرہ زندگی میں انگریزی الفاظ بکثرت استعمال ہو رہے ہیں۔

انیس ناگی یوں بیان کرتے ہیں:

> ''لسانی سطح پر بھارت میں اردو کرائسس کا شکار ہے اس کی ایک وجہ علاقائی زبانوں کا ادب اور انگریزی زبان کا فروغ ہے دوسری طرف اردو زبان کی اب حیثیت ثانوی ہو چکی ہے۔تیسری سطح پر بچی کھچی اردو میں ہندی الفاظ کے غلبے نے اردو کو ہندی بنا دیا ہے۔چنانچہ ہندوستان کے اردو ادیبوں کو اپنی حمایت اورتقویت کے لئے پاکستان کے اردو ادب کی ضرورت ہے۔''(۱۵)

قیام پاکستان کے بعد ادیبوں کے تبادلے میں لاکھوں لوگ جن کی مادری زبان اردو تھی ہندوستان سے نقل مکانی کر کے سندھ، ،پنجاب،بلوچستان اور سرحد میں سکونت پذیر ہوئے۔جس کے نتیجہ میں پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں اردو بالنے اور لکھنے والے جمع ہو گئے۔مقامی زبان نے ان پر اردو اور اردو زبان نے مقامی زبانوں پر اثر انداز ہونا شروع کیا۔زیادہ تعداد میں مہاجرین کراچی اور سندھ میں آئے۔سندھی اردو کا شتہ گہرا ہو گیا۔ویسے ہی بال چال کے علاہ ادبی اور فکری سطح پر سندھی ادب اور اردو ادب سے واضح طور پرمتاثر نظر آتا ہے۔

پاکستانی کلچر جو پہلے ہی صوبائی کلچر ہے مخلوط کلچر ہے اب اس کی نوجوان نسل مضحر بہت اتنی عام ہوگئی ہے کہ مغربی لباس پہنے ہوئے شخص کو دیکھ کر یہ بتایا نہیں جا سکا کہ بلوچی ہے یا سندھی۔

اس طرح زبان تہذیب پر اور تہذیب زبان پر اثر ڈالتی ہے۔پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور یہاں اسلام کے نام پہلوؤں کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتی ہے۔یہاں کے باسی کسی بھی صوبے میں رہتے ہوں یا کوئی زبان بالتے ہوں عربی زبان اسلامی افکار اور قرآن الفاظ ان کی زبان پر آ کر ایک مخصوص تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں اور اسی طرح لباس کا بھی یہی معاملہ ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو زبان کو قومی زندگی میں صحیح مقام دیئے بغیر قومی یک جہتی اور یگانگت پیدا نہیں کی جا سکتی۔

قومی زبان کے احیاء ترویج سے فکروز میں کی یکسانیت قائم ہوسکتی ہے اور بین الصوبائی محبت اور اپنائیت کا جذبہ بھی

فروغ پاسکتا ہے۔بے شک قومی زبان احساس قومیت ابھارنے کی ایک بڑی قوت ہے۔عوام الناس میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے اردو زبان بنیادی کردار ادا کر رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک زبان کا استعمال عوام وخواص میں یگانگت پیدا ک کے ساتھ ساتھ طبقاتی امتیازات کی بیخ کنی کرتا ہے۔اردو زبان کے مخالفین ہر دور میں رہے ہیں ۔سرسید کے دور میں جب اردو ہندی تنازع ہوا تو سرسید کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ ایک نئی سوچ کے ساتھ میدان میں اترے۔ ہندو یہ چاہتے تھے کہ اردو کی بجائے ہندی کو کل ہند کی زبان کی حیثیت حاصل ہو جائے۔اس بحث نے بڑی خطرناک صورت اختیار کر لی مگر اردو پسند طبقے نے اس کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں۔بہت سے اہل قلم نے اس زبان کو نکھارنے اور سنوارنے کے لیے شبانہ روز خدمت کی۔اعلیٰ تعلیمی سطح پر قومی زبان کی ترقی اور استعمال سے جو ادب تخلیق ہوتا ہے وہ عوام وخواص دونوں کے لیے قابل فہم اور قابل فہم اور قابل فخر ہے جبکہ غیر ملکی زبان اور طلباء کے لیے بار خاطر کا سبب ہے۔جب ملک کوئی قوم اپنی

قومی زبان کو بلند درجے پر فائز کرنے کی سعی نہیں کرتی اس وقت تک اس کے افراد میں قوت اظہار اور انفرادی رنگ پیدا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کی تخلیق قوتیں اجاگر ہوسکتی ہیں۔افراد کے قلوب اور اذہان کی تطہیر اور تربیت کے لیے قومی زبان کی تدریس وتعلیم عام ہونی چاہیئے۔بدقسمتی سے قوم کا ایک بہت بڑا یورپ نواز طبقہ اردو زبان کے خلاف صف آرا ہے۔اس نے اسلام دشمن اور دشمن نواز افراد اپنی سابقہ تربیت کے سبب انگریزی کے زلف گیر ہیں۔اس کی کج عکسری کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو بے مایہ زبان ہے اور انگریزی کے سبب اس ملک کے دروبام تابناک ہو جائیں گے۔

اردو ایک اعلیٰ منصب اسی وقت حاصل کرسکتی ہے جب اسے نشوونما پانے کے بھرپور مواقع دیے جائیں۔ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:۔

> ''اصلاح زبان کی کوششوں کے مطالعے سے پیشتر یہ امر واضح رہے کہ ابتدائی دور سے اصلاح کا عمل اس وقت شروع ہوتا ہے جب زبان صورت پذیری کے ابتدائی دور سے نکل کر ترقی کے ایک خاص معیار تک پہنچ چکی ہو یہ معیار کیا ہوگا؟اس کی پیائش مقداری یا عددی صورت میں ممکن نہیں کیونکہ اس کا تعلق زبان سے ہے''۔(۱۶)

اس زبان کی وجہ سے دوقومی نظریے کو فروغ ملا۔اسی کی لبرتے پر برصغیر کے مسلمانوں کو جان و مال کی غیر معمولی قربانیوں پر آمادہ کیا گیا۔اس زبان کا واسطہ دے کر پاکستان کے حق میں ووٹ لئے گئے۔غرض پاکستان کی تحریک میں اردو زبان نے کلیدی کردار ادا کیا۔اور اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان اسلام کے بعد اور کسی اور چیز کے تحفظ کے لئے وجود میں آیا تو وہ اردو زبان ہے۔

قائداعظم کا مادری زبان اگرچہ اردو نہ تھی لیکن انہیں اس بات کا درک تھا کہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے لئے اردو کا مستحکم ہونا ضروری ہے انہوں نے اردو کی سیاسی اہمیت کے لئے نعرہ لگایا تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہوگی۔

قومی زبان اردو کی اشاعت اور فروغ نہ صرف ہمارا معاشرتی اور سیاسی زندگی کے لئے ناگزیر ہے بلکہ بین الاقوامی پر پاکستان کی سربلندی کا نشان بھی ہے یہ وقت کی آواز ہے کہ ہم قومی زبان کو اختیار اور رائج کرنے کے لئے نہایت اخلاص عمل اور دیانتداری سے کام کریں۔ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں اس زبان کا چلن کرنا ہوگا۔تعلیم تجارت معیشت سیاست تکنیکی امور میں اردو سے کام لیا جانا چاہیئے کیونکہ یہ اردو کا حق ہے۔اردو اور پاکستانیوں کا ساتھ صدیوں پرانا تعلق ہے۔

اہل قلم بے شمار رکاوٹوں کے باوجود اردو کے ترقی کے لیے دامے درمے سخنے کوشش کر رہے ہیں اور بفضل خدا اس زبان میں اب اتنی جامعیت اور وسعت پیدا ہو چکی ہے کہ وہ سائنسی مضامین سمیت جملہ علوم وفنون کی تعلیم و تدریس کا بوجھ اٹھا سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ اشرف کمال ڈاکٹر،لسانیات زبان اور رسم الخط ،مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۲ء ص 36

۲۔ نصیر احمد خان ،ڈاکٹر،مترجم،(مترجم) ڈیوڈ کرسٹل،لسانیات کیا ہے،ترقی اردو بیورو نئی دہلی، ص ۶۴

۳۔ شان الحق حقی،لسانی مسائل و لطائف،مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۶،ص ۲۴

۴۔ اشرف کمال، ڈاکٹر،لسانیات،زبان اور رسم الخط،مثال پبلشرز فیصل آباد ،۲۰۱۲ء ص ۲۴

۵۔ محمد ساجد خاکوانی،اردو زبان پس منظر و پیش منظر و پیش، ماہنامہ قومی زبان کراچی ، جون ۲۰۰۰،ص ۵۸ء

۶۔ سلیم اختر ڈاکٹر،اردو زبان کیا ہے؟ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۳ء،ص ۶۴

۷۔ فرمان فتح پوری ،ڈاکٹر ادب اور ادب کی افادیت،ابو وقار پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۷ء،ص ۶۳

۸۔ سہیل بخاری ڈاکٹر،اردو زبان کا صوتی نظام اور رتقابلی مطالعہ،مقتدہ قومی زبان اسلام آباد،۱۹۹۱ء،ص ۷

۹۔ سہیل بخاری ڈاکٹر،اردو زبان کا صوتی نظام اور رتقابلی مطالعہ،مقتدہ قومی زبان اسلام آباد،۱۹۹۱ء،ص ۱۱

۱۰۔ عین الحق فرید کوٹی، پاکستانی زبانوں کا ارتقاء،مشمولہ ہفت زبانی لغت،ص ۹۹ ۷

۱۱۔ فرمان فتح پوری ،ڈاکٹر ادب اور ادب کی افادیت،ابو وقار پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۷ء،ص ۱۷

۱۲۔ سلیم اختر ڈاکٹر،اردو زبان کیا ہے؟ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۳ء،ص ۶۴

۱۳۔ فرمان فتح پوری ،ڈاکٹر ادب اور ادب کی افادیت،ابو وقار پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۷ء،ص ۳۵